انجمن اسلام اُردو رسیرچ انسٹی ٹیوٹ بمبئی

کا

سہ ماہی رسالہ

نوائے ادب

اکتوبر ۱۹۵۵ء

جلد ۶ نمبر ۴

چندہ سالانہ ... ... تین روپے
" ششماہی ... ... دو روپے
(علاوہ محصول ڈاک)

قیمت فی پرچہ :- ایک رُوپیہ۔

نمائندہ خصوصی
و
ترسیل زر کا پتہ

رائیٹرس امپوریم لمیٹیڈ

پیلیس بلڈنگ، سرفیروز شاہ مہتہ۔ روڈ بمبئی ۱

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون	صفحہ
۱	شذرات	پروفیسر سید نجیب اشرف ندوی	۳
۲	شغل طوبے	جناب ضیاء الدین احمد ڈیسائی	۶
۳	کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ قدس سرہٗ	جناب شیخ فرید الدین برہان پوری	۱۳
۴	عارف باللہ قاضی سید محمود بحری قدس سرہٗ اور ان کی تصنیفات	جناب سخاوت مرزا بی، اے۔ ال، ال، بی (عثمانیہ)	۲۸
۵	خواجہ حسن نظامی	پروفیسر سید نجیب اشرف ندوی	۶۹
۶	قاضی احمد میاں اختر	عبد الرزاق قریشی	۷۱
۷	حیات میر تقی میر	جناب ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی	۷۴
۸	تبصرے	"س ش د"، "ف"، "ن۔ ا ن"	۷۶
۹	مقالہ نما	مرتبین	(ضمیمہ الف) ۱۔۱۰۰

کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ قدس سرہ

(از جناب شیخ فرید الدین برہانپوری)

کتب خانوں نے علم و ادب کی ترویج و اشاعت میں جو اہم خدمات انجام دی ہیں۔ محتاج بیان نہیں ان کی تباہی کی داستان بھی بڑی دردناک ہے۔

زمانہ کے بے رحم ہاتھوں نے ہمارے اسلاف کے ادبی کارناموں کو برباد کرنے کی ہمیشہ کوشش کی ہے۔ حکومتوں کے انقلابات اور فاتحین کے وحشیانہ طرز عمل سے اکثر کتب خانے تباہ و برباد ہو گئے۔ ان میں سے کچھ کو تاخت و تاراج کیا گیا۔ زیادہ تر نذر آتش ہوئے بعض خانگی کتب خانے اپنے مہتمموں کی غفلت کا شکار بن کر رہ گئے۔

اب بھی ہندوستان میں بے شمار ادبی جواہر پارے بکھرے ہوئے ہیں کچھ ایسے لوگوں کے پاس ہیں جو ان کی قدر و قیمت سے واقف نہیں۔ کچھ ایسے مقامات پر محفوظ ہیں کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں۔ عبرت کا مقام ہے کہ ان ادبی شاہ کاروں کو ہماری مجرمانہ غفلت اور لاپروائی کی وجہ سے چوہے اور دیمک چاٹ رہے ہیں۔

پروفیسر صوفی غلام مصطفٰے صاحب تبسم نے اوپرہ (پانڈلی۔ راجپوتانہ) کے ایک قدیم کتب خانہ کا ذکر کرتے ہوئے ماہ نامہ عکاس (لاہور) میں لکھا ہے کہ "یہاں عربی۔ فارسی اور اُردو کے نادر قلمی نسخے ہیں۔ ان تک رسائی حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ گذشتہ پانچ سو چھبیس ۵۲۶ برس سے کسی غیر شخص نے اس کتب خانہ کی شکل نہیں دیکھی۔ ..... مالک کتب خانہ کا روزانہ مشغلہ کرم خوردہ کتابوں کے سوراخ گنتے رہنا ہے"

اگر اسے مبالغہ بھی سمجھ لیا جائے تو یہ بات ماننے میں تامل نہیں کہ ان ذخائر کا دیکھنا یا حاصل کرنا بہت مشکل کام ہے۔

زمانہ کی دستبرد سے جو کچھ ادبی ذخیرہ بچ گیا ہے۔ وہ چند کتب خانوں میں محفوظ ہے۔ ہندوستان کے کتب خانوں کی یاد میں حضرت مولانا سید ابو ظفر صاحب ندوی کا ایک فاضلانہ اور محققانہ مقالہ معارف میں شائع ہو چکا ہے[۱]۔ مولانائے موصوف نے ماضی و حال کے تقریباً تمام ہندوستانی کتب خانوں کا تاریخی حیثیت سے جائزہ لیا ہے۔ اس جائزہ میں

---

[۱] معارف جلد ۶۳ نمبر ۲-۳-۴-۵

ضمناً بعض نوادر کا ذکر بھی شامل ہے۔

احمد آباد کے کتب خانوں میں درگاہ حضرت پیر محمد شاہ قدس سرہٗ کے کتب خانہ کو خاص اہمیت حاصل ہے اس میں مختلف کتب خانوں کے نوادر جمع کر دیئے گئے ہیں۔ مدرسہ ہدایت اللہ اور مدرسہ ولی اللہ کے کتب خانوں کے بیش بہا نایاب مخطوطات یہاں محفوظ ہیں۔

اس کتب خانہ میں عربی۔ فارسی اور اردو کتب کا ذخیرہ کافی ہے۔ مخطوطات اور مطبوعات کی جدا جدا فہرستیں ہیں۔ کچھ گجراتی اور انگریزی کی بھی کتابیں ہیں۔

تجوید۔ تفسیر۔ حدیث۔ اصول حدیث۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ عقائد۔ فن کلام۔ تصوف۔ مواعظ و پند۔ اخلاق و ادب۔ لغت۔ صرف و نحو۔ منطق و ہئیت۔ طب حساب۔ مناظرہ۔ سیاست۔ فلکیات وغیرہ فنون کے تحت کتابوں کی فہرستیں تیار کی گئی ہیں۔

فاضل فہرست نگار نے مصنف کا نام سن تصنیف و کتابت۔ اور فن وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ بعض اشارات نہ صرف ناکافی ہیں بلکہ اپنے دامن میں غلطیاں بھی لیے ہوئے ہیں۔

ان مخطوطات کی باقاعدہ اور علمی اصولوں پر نہایت صحت کے ساتھ فہرستیں تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ تمام ذخائر سے لوگوں کو واقفیت حاصل ہو جائے۔ چھوٹے چھوٹے رسایل اور اگر ممکن ہو سکے تو ضخیم کتابوں کی صورت میں ان کی فہرستیں تیار کرنی چاہئیں۔ بعض نوادر کی فوٹو کے ذریعہ نقل لینے کی ضرورت ہے۔ تاکہ دُور دراز حصّوں کے صاحب ذوق حضرات بھی اُن سے مستفیض ہو سکیں نایاب اور قلمی کتابوں کو ترتیب دے کر شائع کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

مخطوطات کی تقسیم ذیل کے لحاظ سے بھی ہونی چاہیئے۔

(۱) مصنفین کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے۔

(۲) بعض وجوہ سے قابلِ قدر مخطوطات۔

(۳) فن کے لحاظ سے نادر کتابیں۔

(۴) کتابت کے لحاظ سے پرانی کتابیں۔

(۵) گجرات و دکن کے مصنفین کی تصانیف۔

(۶) ہندو مصنفین کی تصانیف۔

(۷) غیر اسلامی مذہبی ادب۔

ذیل کے نسخے ہماری خاص توجہ کے مستحق ہیں۔

(ا) مصنفین کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے

(۱) بدیع التفسیر کامل
(۲) رسالہ مولوی سلیمان
(۳) تفسیر غرائب القرآن
(۴) رسالہ مقدمۂ تفسیر (محمد بن جعفر بن بدر عالم)
(۵) شرح عمدۃ الاحکام جلد ثانی سخاوی
(۶) اسماءِ اہلِ بدر (شیخ ابوبکر محمد شاہ)
(۷) شمائل ترمذی
(۸) الضوء اللامع لاہل قرن التاسع (شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاوی)
(۹) شرح الارشاد
(۱۰) اسماء الرجال (ملّا قاری)
(۱۱) کتاب العارفین (علّامہ سیّد محمود مدنی القادری)
(۱۲) تفسیر مسمّٰی بالبستان (مصنفہ اسماعیل بن سید احمد)

(ب) حضرت شاہ وجیہ الدین گجراتی اور ان کے تلامذہ کی تصانیف۔
(ج) خوب محمد چشتی کی تصانیف۔
(د) علی متقی کی تصانیف۔
(ہ) رسالۂ وجودیہ خیام۔
(و) راگ۔ ذرپن۔
(ز) مفتاح الحساب (دلپت رائے)
(ح) رسالہ تحقیقاتِ عشق۔
(ط) کلامِ اقدس۔
(ی) رسایل قاضی عیسیٰ احمد آبادی۔
(ک) شیخ برہان کی مثنویات۔

قارئین کرام کی ضیافتِ طبع کے لئے سطورِ ذیل میں چند نادر اور اہم مخطوطات کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

---

(۱) مَصَاحِفِ پاک :-

کتب خانے میں قرآنِ پاک کے کئی مُطلاّ و مُذہب نسخے ہیں۔

خطِ نسخ میں ایک مصحفِ پاک ہے جس کے آخر میں تاریخ اس طرح درج ہے۔

"وقتِ عصر یوم شنبہ ۱۹ ر جمادی الآخر ۷۵۵ھ"

کتابت کے لحاظ سے مخطوطہ آٹھویں صدی کا معلوم ہوتا ہے۔

ایک حمائل خطِ کوفی میں لکھا ہوا ہے۔ ۶۷۸ھ کا مرقومہ ہے۔ خط پاکیزہ اور خوش نما ہے۔

قرآنِ حکیم کا ایک گیارہ سطری نسخہ خطِ کوفی میں ہے۔ ۸۹۵ھ میں لکھا گیا ہے۔ ہر سورت کا سرنامہ مطلاّ ہے۔ آیات گول اور مطلاّ ہیں۔ حروف متن سیاہ، ترجمہ شنگرفی ہے۔

ایک ۲ ½ × ۹ لمبے فیتے پر ¼" کے قط میں سورۂ فاتحہ لکھی ہوئی ہے۔ اِس کے بیچ میں پورا قرآن نقل ہے۔ آیاتِ ربانی میں مختلف اشکال سے وقفہ ظاہر کیا گیا ہے خط شکستہ ہے اور بہ مشکل سے پڑھا جاتا ہے۔

پاکیزہ خط میں قرآن کریم کا ایک اور مذہب و میناکار نسخہ ہے۔ جس کے آخر میں سید وجیہ الدین ابن شاہ عبداللہ گجراتی کی ۱۱۲۵ھ کی مہر ہے۔

---

(۲) دلائل الخیرات :-

دلائل الخیرات کا ایک خوب صورت منقش نسخہ [illegible] × [illegible] سائز کا یہاں محفوظ ہے۔

ابو عبداللہ سلیمان الجزولی متوفی ۸۷۰ھ (۱۴۶۵) کی تصنیف ہے۔

زمین مطلاّ ہے اور حروف سیاہ۔ حاشیہ پر نیلے رنگ کی بیل ہے۔ عربی متن کے ساتھ فارسی ترجمہ بھی ہے۔

مولف نے عرضِ تصنیف یوں بیان کی ہے :-

"ھذا والغرض فی ھذا الکتاب ذکر الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فضائلھا نذکرھا محذوفۃ الاسانید لیسھل حفظھا علی القاری

وھی من اھم المھمات لمن یرید القرب من رب الارباب۔
وسمیتہ بکتاب دلائل الخیرات وشوارق الانوار"

فارسی ترجمہ:۔

" ازان مقصود است درین کتاب یاد کردن درود بر پیغمبر۔ و درودِ خدا یاد بردے و سلام و فضیلتھائے آن۔ یاد آن درحالتے کہ انداختہ شد اسنادہا۔ تا کہ آسان شود یاد کردن آن برقاری۔ و آن درود از جملہ مقصود ترین۔ ہر کہ خواہد قرب از درگاہِ خدا و نام نہادہ شد" دلائل الخیرات وشوارق الانوار"

دلائل الخیرات کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اِس کے اردو۔ فارسی اور عربی زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔

مجتبائی پریس سے ۱۳۱۵ھ میں یہ کتاب معہ اُردو ترجمہ کے شائع ہو چکی ہے۔

محمد فاضل بن محمد عارف دہلوی نے دلائل الخیرات کی شرح لکھی ہے۔ نسخۂ مذکور موسوم بہ "شرح دلائل الخیرات" رائل ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں محفوظ ہے۔

مولوی سید احکام اللہ صاحب بخاری پیش امام جامع مسجد برہان پور کے ذاتی کتب خانے میں شرح مذکور کا ایک نسخہ راقم السطور کی نظر سے گذرا۔

شارح نے دیباچے میں لکھا ہے کہ دلائل الخیرات سرورِ کائنات کی جناب میں بہت مقبول ہوئی۔ اِس مقبولیت کی علامت کثرتِ تلاوت ہے۔ حرمین شریفین اور سید الکونین کے روضۂ منورہ کے قرب وجوار میں صرف درود شریف کے الفاظ کا پڑھنا اجرِ عظیم کا سبب اور قربتِ رسولِ کریمؐ کا واسطہ ہے۔ اگر معانی کو سمجھ کر مطالعہ کیا جائے تو بے حد لذّت آمیز اور شوق انگیز ہے۔ اِس لئے اِس کمترین" خدّام مشتاقانِ درود نبوی" (محمد فاضل بن محمد عارف سعیدی دہلوی مدنی) نے صلوٰۃ مذکور کی عربی میں شرح لکھی۔ مگر بعض دوستوں کی درخواست پر اس کی شرح فارسی زبان میں لکھی۔

بعض کتب معتبرہ[1] سے سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سیر و شمائل کا اقتباس لیا گیا ہے۔ ادب

---

[1] تفسیر بحر المواج۔ شرح مشکوٰۃ۔ جذب القلوب۔ تفسیر حسینی معالم۔ احیاء العلوم مطالع مسرات۔ بحر الحقائق۔ کشاف۔ روضۃ الاحباب۔ بیضاوی۔

اسے "مزرع الحسنات کے نام سے موسوم کیا گیا۔

"ایں مجموعہ خزینہ ایست از خزائن نبوی مملو بجواہر آبدار احادیث و اخبار و مائدہ ایست از موائد احمدی پُر از فواکہ و ثمرات مثل مطاعم جنات۔ ہذا نامیدہ شد "بمزرع الحسنات"

دیباچہ کے آخر میں مؤلفِ دلائل الخیرت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے[۱]

"ابو عبداللہ سلیمان الجزولی نے علوم و کمالات کی تحصیل فارس میں کی۔ اور اس شہر کے اکابر علمائے کرام میں شمار کئے جانے لگے۔"

دلائل الخیرات آپ کی تالیف ہے۔ آپ سے کئی خوارقِ عادات وکرامات ظاہر ہوئیں اور عوام کو "ابوابِ معارفِ حقیقت کے کشود" اور "سلوکِ طریقت" کی رُشد و ہدایت کرتے رہے۔ کسی دشمن نے آپ کو زہر دے دیا۔ اور ۱۶ ربیع الاول ۸۷۰ھ کو نمازِ فجر کے وقت انتقال ہو گیا۔ اور شہر سوس میں دفن کئے گئے۔

ستتر سال بعد آپ کی نعش مراکش لے گئے اور ریاض الفردوس میں سپرد خاک کی گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب قبر سے نعش نکالی گئی تو مشک کی بو آرہی تھی۔

زیر نظر نسخہ کے آخر میں سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم الی یوم القیام کے حضور میں ایک سلام پیش کیا ہے یہ سلام چالیس اشعار پر مشتمل ہے۔

ابتدائی اشعار ہیں۔

السّلام اے صاحبِ خُلقِ عظیم — السّلام اے معدنِ لطفِ عمیم
السّلام اے سرورِ عالی جناب — السّلام اے شافعِ یوم الحساب
السلام اے مقتدائے مرسلین — السّلام اے رحمۃ للعالمین
السّلام اے پیشوائے انبیاء — السّلام اے پس روئی تو اولیاء

سرورِ کائنات کی جناب میں آخری اشعار میں زیارتِ جمالِ مبارک سے شرفیابی کی یوں دعا مانگی ہے۔

صد سلام از ما بہر دم صبح و شام — بر تو ہم بر آلِ و اصحابت تمام
بر امیدے آنکہ اے عالی جناب — از لبِ شیریں تو آید جواب
درد مندم ای طبیب غیب داں — رنج ما دریاب از نبضِ نہاں

---

[۱] آزاد اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

از علاجِ ما تو نیکو آگہی داروئی دردِ دلم ہم تو دہی
ہست داروئے دل بیمارِ من شربتِ وصل تو اے دلدارِ من
پس چشاں یک جرعہ از جامِ وصال بیش ازیں مگذار ما را در ملال

مزرع الحسنات کا مذکورہ بالا نسخہ پیوند کار ہے ۱۸۸ اوراق پر مشتمل ہے۔ کتابت مکہ معظمہ میں ہوئی ہے۔

دلائل الخیرات کا ایک اور اُردو ترجمہ مطبع کریمی سے شائع ہو چکا ہے۔ جس کے مترجم قاضی نور محمد صاحب (بی اے، ایل ایل بی) برہان پوری کے ذاتی کتب خانے کی ایک بیاض میں یہ سلام پورا نقل ہے۔ اسے مظہر الحق اکبر آبادی کی تصنیف بتلایا ہے۔

(۳) تفسیر غرائب القرآن:-

تفسیر کا یہ مخطوط مؤلف کے ہاتھ لکھا ہوا ہے۔ تقطیع ۹" x ۱۱" ہے۔ ایک صفحہ میں ۲۲ سطریں ہیں سنِ تالیف ۸۷۲ھ ہے۔

یہ تفسیر دولت آباد دکن میں لکھی گئی ہے مؤلف تفسیر مذکور علامہ حسن بن محمد حسین مشہور بہ نظام نیشاپوری ایک مشہور مفسّر گذرے ہیں۔ وہ بڑے پایہ کے عالم تھے۔

کتاب زیادہ تر "تفسیر کبیر" (مصنفہ امام رازی) سے ماخوذ ہے۔ اسے تفسیر کبیر کا خلاصہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ تفسیر کشاف سے بھی بعض مطالب اخذ کئے گئے ہیں۔

غرائب۔ لطائف و نکاتِ قرآنِ حکیم کا حل آسان زبان میں کیا گیا ہے۔

علامہ موصوف کی دوسری قلمی یادگار شرح شافیہ ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی بغیۃ الوعاۃ میں لکھتے ہیں۔

الحسن بن محمد النیشاپوری له تفسیر علی القرآن سماه غرائب القرآن و غائب الفرقان وهو من فهم کذا ذکر فی خطبة تفسیره المشهور بالنظام الاعرج ـ صاحب شرح شافیه فی التصریف وهو مشهور و متداول"[1]

(۴) فنِ تجوید پر کئی رسائل ہیں۔ ان میں ۹۰ اشعار پر مشتمل ایک رسالہ قرأتِ منظوم ہے جس کا کاتب عبد اللطیف امان اللہ ہے۔

---

[1] بحوالہ فہرست کتب خانہ رام پور۔

(۵) کلامِ اقدس:-

کتب خانہ میں حضرت پیر محمد شاہ کے دیوان کا مکمل نسخہ موجود ہے۔ ایک ناقص مخطوطہ سورت کے کتب خانہ میں ہے۔ مولانا سیّد ابوظفر صاحب ندوی نے لکھا ہے کہ "معتقدین اس کو آنکھوں سے لگاتے ہیں"۔ حضرت شاہ موصوف کے حالات کے لئے مولانا مذکور کا "تذکرہ اقدس" ملاحظہ فرمائیے۔

سیّد پیر محمد شاہ کا تخلّص "اقدس" ہے۔

کہتا ہے سیّد قادری پیر محمد خاص و عام
اقدس بالہام خدا۔ اس کا تخلّص در کلام

آپ کا وطنِ مالوف بیجاپور ہے۔

سُن حضرتِ عمِ شریف میرے ہیں پیرِ دستگیر
ہیں شہر بیجاپور میں کہ ملکِ دکن میں شہیر

یہی وہ شہر ہے۔ جس کی ظہوری نے یوں تعریف کی ہے ؎

گر اکسیر سرور و سور سازند
ز خاکِ پاک بیجاپور سازند

بیجاپور کی مردم خیز خاک سے یہ مردِ عارف اٹھا۔ اور زین البلاد احمد آباد کی دامن گیر خاک میں ابدی آرام پا رہا ہے۔

آپ نے اپنے عمِ بزرگوار سیّد عبدالرحمٰن سے علمِ روحانی کی تعلیم حاصل کی۔

اُس پیر سیّد کا سنو کہ عبدالرحمٰن نام ہے
سیّد علی سے بھی وہی مشہور خاص و عام ہے

ہیں پیر سیّد قادری کہ عبدالرحمٰن علی
میرے اوپر اسرارِ حق حق سے دائم جلی

ہندی زبان (اُردو) میں اسرارِ انوارِ خدا بیان کئے ہیں۔ بقا باللہ کے مقام تک پہنچنے کے لئے سالک کو دس سبق دئے ہیں۔ اس کا نام "عشق اللہ" ہے۔

ہاتف طفلِ پیر کے مجھ کو کیا ایسی ندا
ہندی زبان میں کر بیان۔ اسرارِ انوارِ خدا

مجھ کو بفضلِ دستگیر الہام سے بولا خدا
سُن نام اسرار کا عشق اللہ ہے گا اے گدا

"عشق اللہ" میں کل ابیات ۳۰۴ ہیں۔ ۱۱۴۶ھ میں بقا باللہ میں سالک کے لئے دس اسباق منظوم کرنا شروع کئے۔

سُن چار صد سی بیت ہیں۔ اقدس نے عشق اللہ کو
بولا ہے۔ دیکھو ہیں عجب قطرہ میں بحر اللہ کو

الف صد و چل و ششم تھا سالِ ہجری بیگماں
اقدس نے عشق اللہ کو بولا ہے بے شک ای جواں

اقدس بالہامِ خدا بولا ہے عشق اللہ میں
دس ہیں سبق سالک کے سن۔ کامل ہیں بقا باللہ میں

سالک کو ہدایت کی ہے کہ سنگ ریزہ خاک۔ آب۔ آتش۔ باد۔ صفا اور جلا وغیرہ سے سبق لے کر منزلِ مقصود تک پہنچنے کی کوشش کرے۔

کلام پر مفصل تبصرہ "تذکرۂ اقدس" میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۶) احمد شاہ کھٹو۔

قطب المشائخ شیخ احمد کھٹو المعروف بہ گنجِ دانا بخش کی تاریخ میں ایک کتاب "الرسالہ الاحمدی فی مناقب المشائخ المقربیہ" ہے۔ جو سلطان احمد بن محمد بن مظفر شاہ کے عہد میں لکھی گئی۔[۵۰]

آپ نے ۱۱۱ (ایک سو گیارہ) سال کی عمر میں ۸۴۹ھ میں وفات پائی۔ سلطان محمد زر بخش نے آپ کے مقبرے کی تعمیر شروع کی۔ مگر سلطان کے عہد میں مقبرہ کی عمارت نا تمام رہی۔ سلطان قطب الدین نے مقبرہ کی تعمیر میں حصہ لیا۔ اور سلطان محمود بیگڑہ کے عہد میں عمارت مکمل ہوئی۔[۵۲]

(۷) شاہ وجیہ الدین گجراتیؒ[۵۳] (متوفی ۹۹۸ھ)

شاہ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ اپنے وقت کے مالک اور علم و تعلّم کے بادشاہ تھے۔[۵۴] تفسیر۔ فقہ۔ حدیث۔ کلام۔ منطق۔ فلسفہ۔ بیان و معانی پر جس قدر مشہور و متداول کتابیں تھیں اُن سب پر آپ نے حواشی لکھے ہیں۔[۵۵]

شاہ موصوف کی حسبِ ذیل کتابیں یہاں ہیں:

(۱) حاشیہ شرحِ وقایہ

(۲) حاشیہ علی التلویح ــــ مرقومہ ۱۱۱۶ھ

"یہ نسخہ مصنف کے اصل نسخے سے منقول ہے"

(۳) حاشیہ علی شرح مواقف

(۴) حاشیہ برعضدی ــــ مرقومہ ۱۰۱۰ھ

"کبیر محمد بن شاہ محمد بن شاہ وجیہ الدین کے خط میں ہے۔

(۵) حاشیہ علی شرح مختصر۔

---

[۵۱] خزینۃ الاصفیاء ص۳۱۹ [۵۲] مرقاۃ الوصول معارف اجلد ۶۰ [۵۳] حالات کے لئے ملاحظہ ہو خزینۃ الاولیاء ص۴۳۶ [۵۴] تذکرۂ آزاد ص۲۵۹ [۵۵] اردوئے قدیم ص۲۳

(۶) شرح جام جہاں نما
(۷) شرح البسیط
(۸) رسالہ مسلمات بالا انکو یہ پر بحث ما انا قلت۔

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ "شیخ وجیہ الدین گجراتی کی شرح اصول بزدوی عرصہ تک دیار دکن و گجرات میں متداول رہی"۔[۵]

اخبار الاخیار میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے آپ سے اپنے ذاتی تعلقات اور استفادات کا حال لکھا ہے۔ آپ اپنے پیر سید غوث محمد گوالیاری کی طرح قادریہ اذکار کی طرف مائل رہتے تھے۔ آپ کے مریدوں نے آپ کے ملفوظات "بحرالحقایق" کے نام سے کتابی صورت میں جمع کئے ہیں۔ ملفوظات سے چند مقامات جن میں ہندی اقوال وکلمات پائے جاتے ہیں۔ تاریخ اردوئے قدیم میں منقول ہیں۔ اُن سے اُردو زبان کی ابتداء وارتقاء پر خاص روشنی پڑتی ہے۔

استاذ محترم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب نے آپ کے ایک اور ملفوظ کا معارف جون ۱۹۵۰ء میں ذکر کیا ہے۔ اُس میں آپ کے وہ ہندی کلمات اور اقوال پائے جاتے ہیں۔ جو بحرالحقائق میں تھے

(۸) شرح الارشاد مسمّٰی بہ حواشی الرشاد۔

ملک احمد بن ملک پیر محمد تلمیذ حضرت شاہ وجیہ الدین کی تصنیف ہے۔
یہ کتاب مصنف کا اصل مسودہ ہے جس پر نظر ثانی نہیں ہوئی۔ حضرت شاہ وجیہ الدین کی وفات کے ۶۱ برس بعد یہ کتاب تصنیف ہوئی۔

---

(۹) یہاں حضرت شاہ موصوف کے ایک اور تلمیذ حسن فراغی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ "آداب الحنفیہ شرح آداب عضویہ" عقائد میں ہے۔

---

(۱۰) بحرالحیوۃ
سلطان علاؤالدین خلجی کے عہد میں ایک صوفی نے جو آسام میں رہتے تھے۔ "امرت کنڈ" کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ جو سنسکرت کے جید عالم کا ماپنڈت کی تصنیف ہے۔
حسین گوالیاری بن محمد سارنی نے دوستوں کے اصرار پر اسے سلیس فارسی کا جامہ پہنایا۔ فاضل

---

[۵] تذکرہ صفحہ ۲۹۲

فہرست نگار نے لکھا ہے کہ حسین گوالیاری نے عربی سے ترجمہ کیا کہ اصل سنسکرت میں تھی۔
لہٰذا پروفیسر مولانا سید ابو ظفر ندوی صاحب کے بیان کے مطابق اس کا دو مرتبہ فارسی میں ترجمہ ہوا۔ یہ کتاب شائع ہو گئی ہے۔[۵۱]

---

(۱۱) ایک اور اہم مخطوطہ کتاب المسلسلات سعید محمد بن مسعود گاذرونی کی تصنیف ہے۔
فاضل فہرست نگار نے لکھا ہے کہ پہلا صفحہ مصنف کے ہاتھ کا تحریر کردہ ہے۔ باقی کتاب مصنف کے تلمیذ محمد بن ابو بکر بن عبدالرحمٰن نے نقل کی ہے۔
شیخ موصوف نے مشارق الانوار کی بھی شرح لکھی ہے جس کا نام "المطالع المصطفویہ" ہے انھوں نے ہر باب کے آخر میں احادیث کو لکھ کر کتاب کے آخر میں ۲۲۴۶ ثبت فرمادیا ہے۔ موجودہ متداول نسخۂ مشارق پر اُن ہی کے شمار کردہ اعداد ثبت ہیں۔[۵۲]
مشارق الانوار کا ایک نسخہ بہ ذیل ۲۱۲ کتب خانے کی زینت ہے۔ فاضل مرتب حدیث نے اُسے قاضی ابو الفضل کی تصنیف بتلایا ہے مگر یہ امام حسن صغانی لاہوری کی تصنیف ہے۔
مشارق الانوار کو فقہی ابواب پر مرتب کیا گیا ہے۔ جس کا ایک قدیم الخط نسخہ بنام "مدارج الاخبار ومعارج الآثار من مشارق الانوار" کتب خانۂ ٹونک میں محفوظ ہے۔[۵۳]
(۱۲) **دیوانِ ولی** کا ایک نسخہ جو ۱۱۹۷ھ کا مرقومہ ہے کتب خانے میں محفوظ ہے۔
نزاکتِ تشبیہ و استعارہ کی ایک عمدہ مثال پر ہی اکتفا جاتا ہے۔

صنم کے لعل پر وقتِ تکلم رگِ یاقوت ہے موجِ تبسم

ولی کی زندگی کے حالات۔ اور کلام پر تبصرہ کے لئے ملاحظہ کیجئے۔

کلیاتِ ولی (احسن مارہروی)
نذرِ ولی
یادگارِ ولی
ولی گجراتی[۵۴] (ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی)

رسالہ مصنف علی گڑھ میں ولی پر حضرت قاضی اختر میاں صاحب جونا گڑھی کا ایک مفصل مضمون شائع ہو چکا ہے۔

---

[۵۱] سنسکرت کا فارسی ترجمہ ص۲۱ کریسنٹ نومبر ۱۹۵۵ء [۵۲] معارف مئی ۶۰ جلد ۴۰ [۵۳] معارف نومبر ۱۹۳۷ء
[۵۴] معارف فروری ۱۹۴۸ء [۵۵] یہ کتاب ۱۹۵۱ء میں انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بمبئی ۸ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

ؔولی نے ایک عرصہ تک برہان پور میں قیام کیا ہے۔ اور یہاں کے شعراء پر اس کے کلام کا گہرا اثر پڑا ہے۔

راقم السطور کے استفسار پر ولی کے قیام برہان پور کے متعلق قاضی صاحب موصوف نے اپنے کرم نامہ جون ۱۹۵۶ء میں تحریر فرمایا ہے کہ

"ولی کے خاندان کے بزرگ ولی سے تقریباً سو سال پہلے احمد آباد سے برہان پور اور بیجا پور جا کر سکونت پذیر ہو چکے تھے۔ حضرت شاہ وجیہ الدین کے برادرِ حقیقی حضرت شاہ برہان الدین بھی برہان پور میں مقیم تھے۔ اور وہیں انھوں نے وفات پائی۔

خود حضرت شاہ وجیہ الدین کے فرزندوں میں سے بعض نے آپ کی زندگی میں سلاطینِ فاروقی کے عہد میں برہان پور میں اور بعض نے خاندیس میں سکونت اختیار کی تھی۔ خود ولی کے رشتہ دار چچازاد بھائیوں کا خاندیس اور برہان پور میں بود و باش رکھنا پایا جاتا ہے۔ بلکہ بعض کی شادیاں سلاطینِ فاروقی کے خاندان میں ہوئیں"

"ولی کے استاد سعد اللہ گلشن بھی گجراتی الاصل تھے۔ اور ان کے اجداد میں سے کوئی بزرگ سلاطینِ گجرات کے عہد میں وزارت کے عہدے پر فائز تھے۔ شاہ صاحب کا آبائی وطن احمد آباد گجرات تھا۔ اس لئے وہ بھی احمد آباد میں رہا کرتے اور دہلی میں مقیم ہونے کے بعد وہاں آیا جایا کرتے تھے۔ برہان پور میں بھی ان کا قیام رہا ہے (ریاض الشعراء قلمی ص۲۷) غالباً احمد آباد اور برہان پور کے زمانۂ قیام میں ولی سے ان کے تعلقات قائم ہوئے ہوں گے"۔

ولی کے قیام برہان پور کے زمانہ کی تعیین مشکل ہے کہ اس سلسلہ میں ہماری معلومات کے ذرائع بہت محدود ہیں۔ گلشنِ گفتار ص۲۸ پر صرف اس قدر لکھا ہے:۔

"در بلدۂ دار السرور برہان پور نیز مدّتے سکونت داشت"

ولی برہان پور کب آئے؟ اور یہاں کتنے عرصہ تک رہے؟ اور شاہ گلشن سے ان کی پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی؟ یہ بتانا مشکل ہے۔ تاہم یہ یقینی ہے کہ ولی کا قیام برہان پور زیادہ تر اپنے اعزہ کی وجہ سے تھا۔

غالباً برہان پور ہی میں ولی کی ملاقات ناصر علی سرہندی سے ہوئی تھی اور وہیں انھوں نے اس کے متعلق شعر لکھا تھا ؎

اچھل کر گر پڑے جوں مصرعِ برق
اگر مصرع لکھوں ناصر علی کوں

اور آخر الذکر نے اس کا یہ جواب دیا تھا ؎

باعجازِ سخن گر اڑ چلے وہ   ولی ہرگز نہ پہنچے گا علی کون

مگر مولانا آزاد کا بیان ہے کہ یہ شعر عزیز دکنی کے دیوان میں بھی موجود ہے۔ اور غالباً اُسی نے ناصر علی کی طرف سے یہ جواب دیا ہے۔ جو ناصر علی کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔

(۱۳) تورپشتی :-

علامہ شہاب الدین بن فضل اللہ بن حسین التورپشتی کی ایک کتاب "المیسر شرح مصابیح السنہ" کتب خانے کی زینت ہے۔ خط نستعلیق۔ کاغذ کشمیری ہے۔ سنِ کتابت ۱۰۷۳ھ ہے: کاتب کا نام علی بن حسین الکرمانی ہے۔

علامہ موصوف کے مختصر "حدائق الحنفیہ" میں درج ہیں۔ امامِ موصوف اپنے زمانے کے بزرگ محقق اور جید فقیہ تھے۔

ان کی دوسری کتابیں عقائد تورپشتی اور "مطلب الناسك فی علم المناسك" ہیں۔ کثیر تصانیف کے مالک ہیں۔ افسوس کہ اکثر کا پتہ نہ چل سکا۔

عقائد تورپشتی کے دیباچہ سے پتہ چلتا ہے کہ سعد بن زنگی کے دربار سے وابستہ تھے۔[1]

امام مذکور نے ۶۶۱ھ میں وفات پائی۔ "محدث زیب ملک" تاریخِ وفات ہے۔

(۱۴) خوب محمد چشتی :-

کتب خانہ میں خوب محمد چشتی کی حسب ذیل تصانیف ہیں۔

(۱) خوب ترنگ[2]

(۲) شرح خوب ترنگ

(۳) خلاصۂ موجودات

(۴) رسالہ صلح کل

(۵) عقیدہ صوفیہ

(۶) حفظ مراتب

شیخ گجرات کے رہنے والے تھے۔ ۹۸۶ھ میں مثنوی "خوب ترنگ" تصنیف کی اور ۱۰۰۰ھ میں

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے راقم السطور کا مضمون معارف ۱۹۵۴ء [2] تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے۔ استاذِ محترم پروفیسر سید نجیب اشرف صاحب کا مقالہ "شاہ خوب محمد اور خوب ترنگ" معارف اپریل ۱۹۳۲ء۔ خوب محمد چشتی کی ایک اور تصنیف چھند چھندان ہے۔ جو ہندی فارسی عروض سے تعلق رکھتی ہے (اردو اکتوبر ۱۹۵۱ء)

امرا کی شرح فارسی زبان میں لکھی۔ جس کا نام "امواج خوبی" ہے۔ "اردو شہ پارے (ص ۱۵) اور ہندوستانی لسانیات" (ص ۱۰۸) پر مثنوی کا سنِ تصنیف ۱۵۷۸ء (مطابق ۹۸۶ھ) درج ہے۔

ڈاکٹر زور صاحب نے ایشیاٹک جرنل ۱۹۳۳ء (پیرس) میں فرانسیسی زبان میں ایک فاضلانہ اور محققانہ مقدمہ اور ترجمہ کے ساتھ "خوب ترنگ" کے دل چسپ قصّوں کو شائع کرایا ہے۔ اس میں مثنوی کا سنِ تصنیف ۱۵۷۸ء بتلایا گیا ہے۔

خوب محمد نے مثنوی کی تاریخ یوں نظم کی ہے۔

نسخے کن تاریخش مانہ[۱] — پائے بمدد ہر مصرے مانہ
خوب محمد کنی بچار — چودہ گھات اوس برس ہزار
دوجہ چاند جو تھا شعبان — ویس دوشنبہ کیا بیان

مصرعہ ۳ اور ۴ سے الگ الگ تاریخ بر آمد ہوتی ہے۔ بلکہ چوتھے مصرعہ سے دوہری تاریخیں نکلتی ہیں[۲]۔

شرح کی تاریخ ذیل کے شعر سے نکلتی ہے۔

عدد شمار ز تاریخِ شرح نعت محمد — ہزار سال مکمل ز فکرِ خوب محمد
۱۲۰۰

خوب محمد نے خوب ترنگ خوب کہی ہے

خوب کہے گا خوب ترنگ — سنتیں پچھو نہ کیجو ننگ

آگے چل کر لکھا ہے کہ میں نے عرب و عجم کی بات کو گجرات کی بولی بیان کیا ہے ؎

جیوں دل عرب عجم کی بات — سن لوبی لوبی گجرات

خوب ترنگ کی زبان عربی و فارسی آمیز گجراتی ہے۔ درا صل وہ اردو ہی ہے۔ جس میں گجراتی زبان کا غالب اثر پایا جاتا ہے۔

اردو کی گجراتی شکل پر خوب ترنگ میں کافی مواد موجود ہے۔ صوتی شکل کی تبدیلیوں کو سمجھنے میں یہ کتاب کافی دل چسپ ہے[۳]۔

حرفِ جار "تے" وجہی سے پہلے کی تمام تحریروں میں "تے" اور بعد کی تحریروں میں "تھے"

---

[۱] "پنجاب اردو" میں پہلا مصرعہ یوں ہے "نسخے کی تاریخ اس تھانہ"۔ [۲] پنجاب میں اردو ص ۲۲۵

[۳] ڈاکٹر زور صاحب نے اپنے پیرس کے زمانۂ قیام میں خوب ترنگ کا لسانیاتی تجزیہ کیا ہے۔ جو پیرس کے لسانیاتی مجلس کے جریدہ میں شائع ہو چکا ہے (ہندوستانی لسانیات ص ۱۰۱)

کی شکل میں ملتا ہے۔ اِس طویل نظم میں تھیں کے روپ میں پایا جاتا ہے۔

(۱) غیرت تھیں سب کیا قبول

(۲) دیکھوں جس تھیں اے گل زار

(۳) جیوں عالم تھیں ہوئے نسیاں

عام طور پر ایسی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ جن میں حروفِ جار کا استعمال ہی نہیں کیا گیا۔
ہماری مندرجۂ بالا لسانیاتی معلومات کا ماخذ "ہندوستانی لسانیات" ہے۔

(۱۵) یوسفی:۔

حکیم محمد بن یوسف کی انشاء کی مشہور کتاب کے دو مخطوطے بنام "انشائے یوسفی" اور "بدائع الانشاء" کتب خانے میں محفوظ ہیں۔
فاضل فہرست نگار نے دونوں کا مختلف فنون کے تحت ذکر کرتے ہوئے اوّل الذکر کو "رفیع الدین" کی تصنیف بتلایا ہے۔ سرورق کی تحریر سے یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی۔
دیباچہ سے اس امر کی صراحت ہوتی ہے کہ یہ حکیم یوسفی کی تصنیف ہے۔ اِس میں فن انشاء سے بحث کی گئی ہے۔ حکیم موصوف نے اپنے نورِ نظر رفیع الدین اور دیگر طلباء کے لئے کتاب تصنیف کی۔

"این رسالہ ایست مسمّی بہ بدائع الانشاء مشتمل بر محاوراتِ خطابی وجوابی کہ جہتِ فرزندِ عزیز قرۃ العین رفیع الدین حسین طال عمرہٗ و سائر طالبانِ این فن را در قیدِ کتابت و حیزِ عبارت می آید۔"

این نامہ کز و است فنِ انشاء بہ نظام — کردہ خردش بہ بدائع الانشاء نام
تکرار کنی چو نام او یک بار — شک نیست کہ رہبری بہ سال تمام

یوسفی بابر کا طبیب خاص تھا۔ ہمایوں کے عہد میں طبابت کے علاوہ دبیری کے فرائض بھی اُس کو تفویض کیے گئے۔ طب میں اس کی کئی تصانیف ہیں[۵۱]۔

ریاض الادویہ۔ جامع الفوائد (طب یوسفی) قصیدہ فی حفظِ صحت۔ دلائل البول و دلائل النبض۔ علاج الامراض۔ فوائد الاخبار۔ ستّہ ضروریہ۔ رسالہ ماکول و مشروب۔ طب یوسفی کا ایک نسخہ (مطبوعہ ۱۳۳۲ھ کانپور) کتب خانہ میں محفوظ ہے۔
ریاض الادویہ میں بے شمار مترادف ہندی الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کس طرح خاموشی سے کثیر تعداد میں فارسی زبان میں داخل ہو رہے تھے۔ ان ہندی الفاظ کی فہرست "پنجاب میں اردو ص ۲۲۵" پر درج ہے۔
حکیم یوسفی کا ایک اور قصیدہ موسوم بہ "قصیدہ در لغاتِ ہندی" ہے۔ اس قصیدہ میں کل ابیات ۴۴ ہیں جن میں اکثر الفاظ پنجابی لہجہ میں ہیں[۵۲]۔

---

۵۱ راقم السطور کا مضمون معارف جولائی ۱۹۴۶ء ۵۲ اردو کے منظوم لغات "خیابان" لکھنؤ جنوری ۱۹۳۶ء بحوالہ پنجاب میں اردو ص ۱۳۳